OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

سنت: معنی و مفہوم اور اشکالات کا حل
Sunnah: Interpretation and Resolution of Doubts

Rehmat Ullah Khan
M.Phil. Islamic Thought & Civilization University of Management and Technology, Sialkot
Dr. Asjad Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot
Dr. Abdul Aleem
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Abstract
The sub-continent was under the rule of the British for three centuries during 17th to 20th century. They were Christians by their religion; they built a policy to capitalize on the decadence of Muslims. They were trying to deviate the religion from the real values. The British planted different communities as Arya, Hindu, Natury and Qadianis so no Muslim should resort to Islam, flare up upon the desecration of Holy Quran and Sunnah demand death sentence for any person who spoke disrespectfully of sacred things and who differentiate between what is forbidden in Islam A major attack in these attacks was that they tried to destroy the importance of the Sunnah of the Prophet (S.W) among Muslims, in which they succeeded to some extent. are active to extract from the hearts of. Therefore, in this paper, an attempt has been made to highlight the importance of Sunnah and remove the problems related to it.

Keywords: Sub-continent, Sunnah, Muslims, importance, Qadianis

CC BY

تمہید

اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر عبارت کرتی ہے ایک قرآن اور دوسری حدیث مصطفی ﷺ۔ اہل اسلام ان دونوں سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں اور ان دونوں کو حجت اور دلیل سمجھتے ہیں اور حقیقتا یہی دونوں اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں۔ دین اسلام دراصل کتاب و سنت کا ہی نام ہے۔ کتاب یعنی قرآن کا متن اور مفاہیم دونوں محفوظ ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے مطالب ہر دور میں باطل تحریکوں اور افراد نے اپنی مرضی سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں 1857ء کی جنگ آزادی مسلمانوں کی زبوں حالی کا سبب بنی۔ اس کی وجہ سے مسلمان زندگی کے تقریبا ہر شعبہ میں زوال پذیر ہوئے اور اس سے سرزمین برصغیر کئی نئے فتنوں کی آماجگاہ بنی۔ جن میں فتنہ انکار حدیث، عیسائیت، قادیانیت، نیچریت اور جدیدیت جیسے فتنے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان فتنوں نے اسلام کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ قادیانیوں، نیچریوں، جدت پسندوں اور عیسائیوں نے اسلام کی اساس کو نقصان پہنچانے کے لیے اس پر مختلف حملے کیے۔ ان حملوں میں ایک بڑا حملہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں سنت رسول ﷺ کی اہمیت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے آج بھی برصغیر پاک وہند کے کئی کلمہ پڑھنے والے افراد سنتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لیے سرگرم ہیں۔ لہذا اس مقالہ میں ممکنہ طور پر سنت کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور اس سے متعلق اشکالات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سنت کا معنیٰ و مفہوم

سنت کا لفظ "سن" فعل سے مصدر ہے اور اس کی جمع سنن ہے۔ لفظ سنت چہرہ، صورت، طبیعت، راستہ، سیرت اور طریقہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[1] جیسا کہ لسان العرب میں ہے:"وكل من ابتداء امرا عمل به قوم بعده قبل: هو الذی سنه۔[2] (جو شخص پہلے پہل کوئی کام کرے اور اس کے بعد کوئی قوم اس پر عمل کرے اس کو سنت کہا جاتا ہے۔)" یہ اچھے اور برے دونوں طریقوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:" مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔[3] (جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لیے اس کا (اپنا بھی) اجر ہے اور ان کے جیسا اجر بھی جنھوں نے اس کے بعد اس (طریقے) پر عمل کیا اس کے بغیر کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقے کی ابتدا کی اس کا بوجھ اسی پر ہے اور ان کا بوجھ بھی جنھوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اس کے بغیر کہ ان کے بوجھ میں کوئی کمی ہو۔)" درج ذیل عبارات سے سنت کے معنی واضح ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی 16 مقامات پر لفظ سنت، عادت اور طریقہ کے مفہوم میں آتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ ۔[4] (تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں)" اسی طرح ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:"سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا۔[5] (جیسا کہ اللہ کا دستور رہا ہے ان لوگوں میں جو گزر چکے ہیں اس سے پہلے اور تم اللہ کے دستور میں ہر گز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔)" یہاں بھی لفظ سنت دستور اور طریقہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس سنت کے لغوی معانی، عادت، طور طریقہ، راستہ وغیرہ کے ہیں۔ اور اصطلاح میں محدثین فقہاء عظام، اصولین اور آئمہ اربعہ نے سنت کے لفظ کو مختلف زاویوں سے استعمال کیا ہے۔ اس لیے ان تمام مکاتب فکر کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

محدثین کی اصطلاح میں سنت سے مراد آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کے ساتھ ساتھ آپ کی تمام صفات شامل ہیں۔ اسی وجہ سے بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ایک ہی چیز کے دونام ہیں۔ جیسا کہ علامہ جمال الدین قاسمی کے بیان سے واضح ہوتا ہے۔"ماأضيف الى النبیﷺ قولا اوفعلا اوتقريرا اوصفة"[6] الدکتور مصطفیٰ السباعی کے مطابق:"ماأثر عن النبیﷺ من قول اوفعل اوتقريرا وصفة خلقية او خلقية اوسيرة سواء كان قبل البعثة اوبعدها وهی بهذا ترادف الحديث عنده بعضهم"[7] پس واضح ہوا کہ محدثین کی اصطلاح میں سنت سے مراد حضور ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات اور اخلاق وعادات ہیں۔ اسی لحاظ سے محدثین نے سنت کو سنت قولی، سنت فعلی اور سنت تقریری میں تقسیم کیا ہے۔

علماء اصول کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

علماء اصول کے نزدیک سنت کی اصطلاح میں حضور ﷺ کے وہ اقوال، افعال اور تقریرات شامل ہیں۔ جن سے شرعی احکامات کا اثبات ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شافعی عالم تاج الدین سبکیؒ لکھتے ہیں:"تطلق السنة على ماصدر من النبیﷺ من القوال والافعال التی ليست الاعجاز"[8] اسی طرح علامہ جصاصؒ سنت کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"سنة النبیﷺ مافعله او قاله"[9] یعنی نبی کریم ﷺ نے جو کام کیا یا جو کام کرنے کا حکم دیا اس کو سنت کہتے ہیں۔ اسی طرح مولانا محب اللہ بہاری لکھتے ہیں:"ماصدر عن الرسول غير القرآن من قول اوفعل او تقرير"[10] یعنی قرآن مجید کے علاوہ حضور ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کا نام سنت مبارکہ ہے۔ اسی طرح علامہ شوکانی بھی سنت نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کو قرار دیتے ہیں۔[11]

فقہاء کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

فقہاء کے نزدیک سنت کی اصطلاح میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے ہر فقہی مذاہب کی اصطلاح میں سنت کے مفہوم کو بیان کیا جاتا ہے:

احناف کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

احناف کی اصطلاح میں سنت سے مراد حضور ﷺ کے وہ افعال ہیں جن پر آپ ﷺ نے مواظبت اختیار کی ہو۔ اور ان کو ترک کرنے پر کوئی انکار یا حکم بیان نہ کیا ہو۔ اور آپ ﷺ نے ان افعال کو کبھی بلا عذر ترک کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:"ان السنة ماواظب النبیﷺ لكن ان كانت لامع الترک فهی دليل السنة المؤكدة وان كانت مع الترک احيانا فهی دليل غير المؤكدة وان اقترنت بالانكار علی من لم يفعله فهی دليل الوجوب"[12] ابن نجیم کی اس تعریف سے سنت کی دو اقسام سامنے آتی ہیں۔ پہلی قسم کو سنت مؤکدہ / سنن ہدی کہا جاتا ہے اور یہ واجب کے قریب قریب ہے۔ مثلاً باجماعت نماز، اذان، اقامت اور نماز کی سنت مؤکدہ وغیرہ۔ ان سنتوں کے ادا کرنے والے کو اجر وثواب ملے گا۔ اور بلا عذر چھوڑنے والا ملامت اور تذلیل کا مستحق ٹھہرے گا۔ دوسری قسم کی سنتوں کو سنت غیر مؤکدہ یا سنن زوائد کہتے ہیں۔ یہ ایسی سنتیں ہیں جو آپ ﷺ کی عادت کے قریب کے معمولات ہیں جن کو آپ ﷺ نے کبھی کبھار ترک بھی کیا ہو۔ ان کو بھی اپنانا ثواب ہے اور ترک کرنا برائی و گناہ نہیں ہے۔[13]

شوافع کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

شوافع کی اصطلاح میں سنت سے مراد مندوب، مستحب، نفل اور تطوع وغیرہ ہیں۔ مندوب ایسے افعال ہیں جن پر آپ ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو۔ مستحب وہ افعال ہیں جن پر آپ ﷺ نے مواظبت نہ فرمائی ہو۔ بلکہ ایک یا دو مرتبہ کیا ہو اور تطوع وہ

افعال ہیں جن کے بارے میں کوئی نص وغیرہ وارد نہ ہوئی ہو بلکہ مکلف اس کو اپنی مرضی سے اختیار کرے۔[14] جیسا کہ علامہ بیضاوی بیان کرتے ہیں کہ" والمندوب مایحمد فاعلہ ولایذم تارکہ"[15]

حنابلہ کی اصطلاح میں سنت کا مفہوم

شوافع کی طرح حنابلہ کی اصطلاح میں سنت، مندوب اور مستحب افعال کے مترادف ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حنبلی عالم صفی الدینؒ لکھتے ہیں:"ومندوب:وھو مایقتضی الثواب علی الفعل لاالعقاب علی الترک وبمعناہ المستحب والسنۃ"[16] محدثین عظام، علماء اصولیین آئمہ اربعہ کی اصطلاح میں سنت کے مفاہیم میں حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات شامل ہیں۔ اس لیے سنت اور حدیث کا مفہوم ایک دوسرے کے مساوی لیا جاتا ہے۔ اور دونوں اصطلاحوں کو بلا تکلف ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے محدثین نے اپنی کتب کو "السنہ" یا "السنن" کا نام دیا ہے۔ اور ان کتب میں اپنی تمام مروی احادیث وآثار کو جمع کیا ہے۔ چاہے وہ قولی ہوں، فعلی ہوں یا تقریری ہوں۔ ان احادیث کا تعلق آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ سے ہو چاہے وہ اوصاف جمیلہ نبوت سے قبل کے ہوں یا مابعد کے، ان کتب میں شامل ہیں۔ مثلاً امام احمد بن حنبل کی کتاب "السنہ" ابن ابی شیبہ کی کتاب "السنہ"، ابوداؤد سجستانی کی کتاب "السنن"، المروزی کی کتاب "السنہ"، اور طبرانی کی کتاب "السنہ" وغیرہ۔

سنت کی اشاعت کی ضرورت واہمیت

عام طور پر حدیث وسنت کے متعلق تین قسم کے اہم نظریات پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے دو نقطہ نظر افراط و تفریط پر مبنی ہیں اور ایک نقطہ نظر اعتدال پر قائم ہے۔ بعض کم فہم اور علم حدیث سے لاعلم لوگ حضور ﷺ سے منسوب ہر بات کو حدیث اور سنت سمجھتے ہیں چاہے وہ بات علم حدیث کے تحقیقی معیار پر پوری بھی نہ اترتی ہو۔ بعض لوگ حدیث وسنت کو سرے سے ہی قابل استدلال اور قابل حجت ماننے سے انکاری ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث کو قرآن مجید کے بعد دوسرا اہم ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کی حجت کا بڑے سے بڑا ماہر قانون بھی انکار نہیں کر سکتا۔ صدیوں سے سنت وحدیث کا یہ مقام مسلم اور غیر متنازع رہا ہے۔ مگر بعض اہل علم اہل مغرب سے مرعوب ہو کر دین اسلام کی ہر چیز کو اپنی عقل کے خام پیمانے پر پرکھنا چاہتے ہیں اور حدیث وسنت کا انکار کر کے قرآن کی تاویل اپنی مرضی سے کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی قرآنی تفسیر و تاویل میں سنت وحدیث سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس لیے وہ اس کو چھوڑ کر لغات کے سہارے سے اپنی دلی مراد ومنشاء پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تیسری قسم کے نقطہ نظر والے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین اور فقہاء عظام وعلماء دین ہیں۔ جو حدیث وسنت رسول ﷺ کو قابل اتباع اور شریعت اسلامی کا دوسرا بڑا ماخذ مانتے ہیں اور سنت وحدیث کو علم حدیث اور محدثین عظام کے طے کردہ اصولوں کی کسوٹی پر پرکھ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ اہل مغرب اور مغربی نظریات سے مرعوب تجدد پسند لوگوں کے حدیث وسنن میں پیدا کردہ شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے ضروری ہے کہ سنت کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا جائے۔

حضور ﷺ پر ایمان لانے کا مقصد

قرآن مجید کی بہت سی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ کی تکمیل ایمان بالرسول سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا [17] (اے ایمان والو! تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر، اور اس کی کتاب پر جو اس نے اتاری ہے اپنے رسول پر، اور اسکی ان تمام

کتابوں پر جو اس نے اتاری ہیں اس سے پہلے اور جس نے کفر کیا اللہ سے اس کے فرشتوں اور کتابوں سے اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا، تو یقیناوہ بھٹک کر جا پڑا دور کی گمراہی میں۔)"اور فرمایا:"فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ [18](پس تم لوگ ایمان لے آؤ اللہ پر، اور اس کے بھیجے ہوئے اس نبی امی پر، جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کی باتوں پر اور تم لوگ پیروی کرو اس کی تا کہ تم سرفراز ہو سکو راہ راست سے۔)"اسی طرح ایمان میں سچے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔[19](مومن تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں یہی لوگ ہیں سچے۔)"درج ذیل آیات میں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ کی تکمیل ایمان بالرسول کے بغیر ناممکن ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:"فجعل كمال ابتداء الايمان الذى ماسواه تبع له:الايمان بالله ورسوله فلو أمن عبد به ولم يؤمن برسوله"[20]یعنی ایمان صرف اس بات کو مان لینے کا نام نہیں ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں بلکہ ان تمام باتوں کی تصدیق کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہوں خواہ قرآن مجید کی صورت میں ہوں یا سنت رسول ﷺ کی صورت میں ہوں۔ اسی لیے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ ﷺ کے حکم وفیصلہ کو تسلیم کرنے کو اسباب ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا ۔[21](سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔)"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ وہ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک ایسے تمام چھوٹے بڑے اختلافات اور جھگڑوں میں حضور ﷺ کو فیصل نہ مان لیں اور ایمان کے لیے صرف فیصل مان لینا بھی کافی نہیں بلکہ ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فیصلہ پر سر تسلیم خم کریں اور اسی کی مکمل تابعداری کریں۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:"اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ایمان سے نفی ہونے کی قسم اٹھائی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ہر چھوٹے بڑے اختلاف اور جھگڑا میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل بنائیں اور ایمان کے لیے محض فیصل بنانا ہی کافی نہیں بلکہ ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فیصلہ پر سر تسلیم خم کریں اور اس کی مکمل تابعداری کریں۔"[22]

حضور ﷺ قرآن مجید کے شارح ہیں

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کا اختیار فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی ہستی مبارک قرآن مجید کی معتبر ترین تفسیر ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:" وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [23](یہ ذکر(کتاب)ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔)"اسی طرح فرمایا:"وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُـبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔[24](اس کتاب کو ہم نے آپ ﷺ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لیے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمان داروں کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔)"درج بالا آیات مبارکہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حضور ﷺ اپنی مرضی کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولتے تھے اور آپ ﷺ

کا ہر فرمان قرآن مجید کی طرح وحی کی حیثیت رکھتا ہے۔ عبادات واحکامات میں قرآن مجید کی تشریح آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ہوتی ہے جس کی بے شمار مثالیں ہمیں قرآن مجید سے ہی ملتی ہیں:

سنت مبارکہ کے بغیر قرآنی احکامات پر عمل کرنا مشکل ہے

حدیث مبارکہ کے بغیر قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کو سمجھنا بہت مشکل ہے اور اس کے بغیر بہت سے احکامات پر عمل پیرا ہونا بھی مشکل ہے۔ مثلاً:"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ"۔[25](جولوگ سوناچاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچادیجیے۔)"اس آیت مبارکہ میں سوناچاندی مال ودولت جمع کرنے پر وعید نازل ہوئی ہے۔ جس سے بظاہر مال ودولت کا جمع کرنا قرآن حکیم کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر مال ودولت جمع کرنے کی اجازت نہ ہو تو وراثت، تجارت زکوۃ وغیرہ کے جملہ احکامات کی کیاضرورت باقی رہتی ہے۔ مگر سنت احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایسے مال کے متعلق وبال ووعید بیان ہوئی ہے جو زکوۃ سے عاری ہو۔ جس مال کی زکوۃ اداہو جائے وہ حلال وجائز ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے:"اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ"۔[26](مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے۔ اس دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا گیا ہے۔ ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔)"حرمت والے یہ چار مہینے کون سے ہیں؟ اس کی وضاحت اور اس سوال کے جواب میں قرآن کریم خاموش ہے مگر اس کی رہنمائی ہمیں سنت وحدیث مبارکہ سے ہی ملتی ہے۔ اسی طرح وصیت کے متعلق قرآن مجید میں ہے:"مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ"[27](اس کی وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کرگئے ہوں یا قرض کے بعد۔)"احکام وراثت میں اللہ تعالیٰ نے ترکہ کی تقسیم وصیت اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد میں بیان فرمائی ہے۔ مگر قرآن مجید میں یہ تفصیل نہیں ملتی کہ وصیت کس کے حق میں کی جائے اور اس کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟ ان تمام باتوں کی تفصیل بھی ہمیں حضور ﷺ کی سنت مبارکہ اور حدیث مبارکہ سے ملتی ہے۔ اسی طرح نماز اور زکوۃ کے متعلق قرآن مجید میں بار بار آیا ہے:وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ۔[28](نمازیں قائم کرنااورزکوۃ دیتے رہا کرنا۔)"نماز کی رکعات اس کے اوقات اور طریقہ کار کا ہمیں سنت نبوی ﷺ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح زکوۃ کس مال پر اداہوگی۔ اس کا نصاب کیا ہوگا یہ کب ادا کی جائے گی۔ ان تمام سوالات کے جوابات ہمیں سنت مبارکہ سے ہی ملتے ہیں۔ اسی طرح چور کے متعلق قرآن مجید میں ہے:"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ۔[29](چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔)"اس آیت مبارکہ میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم آیا ہے۔ مگر ہاتھ کہاں سے کہاں تک کاٹا جائے اس کا تعین سنت مبارکہ سے ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ بہت سے احکامات کی وضاحت حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ اور سنت مبارکہ کرتی ہے۔ اس کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ قرانی احکام ناقص، نامکمل یا مبہم ہیں جن کے لیے نبوی توضیح الاولیٰ ہے بلکہ اس کا مفہوم بس اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت قانون کا ضروری حصہ خود بیان فرمادیا اور اس کی توضیح وتشریح اپنے محبوب پیغمبر سے خود کروائی جس کی چند مثالیں بیان کردی گئی ہیں۔

سنت وحی کا درجہ رکھتی ہے

قرآن مجید دین اسلام کا اولین ماخذ ہے اور اس کی توضیح وتبین آپ ﷺ کا بنیادی فریضہ ہے۔ یہ بات انتہائی غیر معقول ہے کہ آپ ﷺ اس کی تبین وتوضیح اپنی مرضی سے کردیں اور اس میں وحی الہٰی کا دخل نہ ہو۔ لہٰذا آپ ﷺ نے قرآن کی توضیح وتبین جو اپنے قول وفعل یا تقریر سے فرمائی اس میں وحی الہٰی مکمل طور پر شامل تھی۔ جو قرآن کے علاوہ آپ ﷺ پر نازل ہوتی

تھی جس کو اصطلاح میں وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ"[30] (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔)" قرآن مجید اوراحادیث مبارکہ میں بے شمار مقامات پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ جو سنت مبارکہ اور حدیث مبارکہ کہلاتی ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: "وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِــعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔"[31] (اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لیے کہ ہم معلوم (الگ) کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، اور بے شک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔)" اس آیت میں یہ خبر دی جارہی ہے کہ بیت اللہ کے قبلہ مقرر ہونے سے پہلے حضور ﷺ جس قبلہ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ "جعلنا" کے لفظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر مقرر کیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جب اپنے متبنّٰی بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب سے نکاح کیا تو منافقین نے بہت شور مچایا تو یہ آیت نازل ہوئی فرمایا: "فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔"[32] (پھر جب زید اس سے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو جب کہ وہ ان سے حاجت پوری کرلیں، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔)" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے اور یہ آیت نکاح کے بعد نازل ہوئی۔ اس سے قبل حضرت زینبؓ سے نکاح کا جو حکم دیا گیا تھا وہ قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی۔ اسی طرح جب بنو نضیر سے آپ ﷺ نے معاہدہ کیا۔ بنو نضیر نے معاہدہ کی کئی مرتبہ خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے مجبوراً ان سے جنگ کی۔ ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کے درختوں کو کاٹ کر جلا ڈالا۔ اس پر بعض لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا: "مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۔"[33] ((مسلمانو!) تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالا یا اس کو اس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔)" اس آیت میں درخت کٹوانے کے حکم کے متعلق بات کی جارہی ہے اور اللہ کا حکم درخت کٹوانے کی اجازت کے متعلق قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حکم قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دیا گیا تھا۔

سنت اطاعت رسول کا ذریعہ ہے

قرآن مجید میں تقریباً چالیس مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم مختلف الفاظ سے آیا ہے۔ چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے فرمایا: "قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۔"[34] (کہہ دو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔)" اسی طرح فرمایا: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔"[35] (اے ایمان والو! اللہ کی

فرمانبر داری کرو اور رسول کی فرمانبر داری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔)" ان تمام آیات میں اصل مقصود و منشاء رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرنبر داری ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:" فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ "کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر تم جانتے ہو (اس کی طرف مختلف فیہ مسئلہ کو لوٹاؤ) اگر تم نہیں جانتے تو اگر تم رسول اللہ ﷺ تک پہنچو تو ان سے دریافت کر لو یا پھر جو کوئی پہنچے وہ دریافت کرے لیکن آپ ﷺ کے فیصلے کے بعد یہ فرض ہے کہ تم میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔"[36] اسی طرح قرآن مجید میں ہے:"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔[37] (اور اللہ کے رسول جو تمہیں عطا کریں لے لو اور جس سے منع فرما دیں اس سے رک جاؤ۔)" قرآن مجید میں جس طرح آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے اسی طرح آپ ﷺ کی نافرمانی پر بھی وعیدیں نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔[38] (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے نکل جائے (اللہ) اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔)" اور فرمایا:"وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔[39] (اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہو تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔)" یہ تمام آیات حضور ﷺ کی اتباع کو لازمی قرار دیتی ہیں اور یہ اس لیے بھی ضروری قرار دیتی ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی ہر بات منجانب اللہ ہے چاہے وہ قرآن ہو یا سنت مبارکہ دونوں پر عمل پیرا ہونا لازمی و ضروری ہے۔

عصر حاضر میں سنت کی اشاعت کی ضرورت و اہمیت

عصر حاضر میں جہاں علوم و فنون اور ٹیکنالوجی نے حیرت انگیز ترقی کی ہے وہاں ہماری معاشرتی اقدار میں بھی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ اس تبدیلی سے انسان بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اکثر لوگ اس مادی ترقی کو بنیاد بنا کر دینی و اخلاقی ضوابط کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور روشن خیالی اور جدت پسندی کو اپنی فکری معراج قرار دیتے ہیں۔ اس فکری معراج کے تصور نے ان افراد کو دین اسلام کی صحیح تعلیمات سے دور کر دیا ہے۔ وہ اپنے غلط خیالات اور بے ہودہ اعمال پر خوش ہو کر دین اسلام کی مبارک اور ہدایت پر مبنی تعلیمات کو ترک کر رہے ہیں اور حضور ﷺ کی سنت و حدیث مبارکہ کو اپنی خام خیالی اور عقل کے زاویوں پر ماپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف حدیث مبارکہ و سنت مبارکہ کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ایسا بندوبست فرمایا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ کسی بھی دوسرے مذہب کے متبعین میں سے کسی نے اپنے پیغمبر کے اقوال و افعال کو اس طرح محفوظ نہیں کیا جس طرح امت مسلمہ کے رجال نے اپنے نبی ﷺ کے اقوال و افعال کی حفاظت کے سلسلہ میں محنت سے کام کیا ہے۔ یہ شرف صرف اہل اسلام کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے رسول کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا کو اس طرح جمع اور محفوظ کر لیا۔ عصر حاضر میں بھی سنت کی اشاعت اور اس سے محبت اسی طرح ضروری ہے جیسے ان افراد کی۔ جو شخص جنت میں جانا چاہتا ہے اور آپ ﷺ کی صحبت چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی سنت سے محبت کرے اور ایسی زندگی کے ہر ہر شعبے کو سنت کے مطابق ڈھال لے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:" كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى ۔[40] (میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا سوائے اس کے جو انکار کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے انکار کیا۔)" آپ ﷺ کی نافرمانی سے مراد آپ ﷺ کی سنت سے اعراض کرنا ہے اور ترک

کرنا ہے۔ چونکہ حضور ﷺ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں اس لیے امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ اپ ﷺ کے فرمان کو دوسروں تک پہنچائے اس ذمہ داری کے متعلق قرآن مجید میں ہے:"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔[41](اور تم میں ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور نیک کاموں کا حکم دیتی رہے اور بری باتوں سے روکتی رہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔)"یعنی کچھ لوگ ایسے کام کے لیے مستعد اور آمادہ رہیں جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔ تاکہ دنیا میں امن قائم رہے اور فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی کاراستہ بھی اسی عمل کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:"وَالْعَصْرِ ۙاِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙاِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ڏ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔[42]"یعنی انسانوں میں سے وہی لوگ کامیاب و کامران ہونے والے ہیں جو دوسروں کو حق بات کی تلقین کرنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کو پھیلانے والے کے لیے حضور ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:" نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ۔[43](اللہ سرسبز وشاداب رکے اس شخص کو جو ہم میں سے کوئی بات سنے اور پھر اس کو ویسے ہی آگے پہنچائے جیسا کہ سنا کیونکہ بعض اوقات جس کو بات پہنچائی جائے وہ سننے والے کی نسبت بات کو زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔)"اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے قول، فعل اور تقریر یعنی سنت مبارکہ کو پھیلانا باعث فلاح و کامرانی ہے اور نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے بغیر انسان کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں:" تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ۔[44](میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم ان کو تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ۔)"اس سے ہمیں سنت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب تک انسان قرآن اور سنت رسول ﷺ کو تھامے رکھے گا وہ گمراہ نہیں ہوسکتا اور دنیا وآخرت میں یہی کامیابی وکامرانی کاراستہ ہے۔

حدیث و سنت کے مفہوم میں اشکالات اور ان کا حل

اسلامی فکر وفلسفہ کے بنیادی دو ستون ہیں ایک قرآن مجید اور دوسرا سنت رسول۔ قرآن مجید اصولی ہدایات پر مشتمل مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے۔ جس کی تشریح و توضیح کا کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو تفویض کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔[45](دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ، یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔)" یہ آیت قرآنی واضح نص کی حیثیت رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی حیثیت بطور شارح اور پیغام رساں واضح کرتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام میں ہے۔"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔[46](اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔)" اگرچہ اس آیت مقدسہ کا نزول مال فیئ کی تقسیم کے بارے میں ہوا ہے۔ تاہم اس میں "ما" کا لفظ عام ہے۔ اس لیے جمہور مفسرین کا مسلک یہ ہے "ما اتاکم " آپ ﷺ کے ہر امر اور "ما نھکم "میں آپ ﷺ کا ہر نہی شامل ہے۔ اس طرح یہ واضح ہوا کہ قرآن مجید اصولی ہدایات اور واضح قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے۔ منصب رسالت کا لحاظ کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کا جو مفہوم اور

تعبیر و تشریح حضور ﷺ نے بیان فرمائی اس کو بھی قرآن ہی طرح حجت تسلیم کیا جائے۔ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن اور حدیث و سنت میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے دونوں ہی وحی ہیں۔ اور استنباط مسائل میں مستقل مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عصمت انبیاء کا عقیدہ اس بات کی وضاحت بیان کرتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کے تمام اعمال وافعال وحی الٰہی کے تابع تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔[47] (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔)" گویا رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی (حدیث و سنت) وحی الٰہی کی مسلسل اور کڑی نگرانی میں ہونے کے باعث ہمارے لیے حجت اور دین کا بنیادی مآخذ ہے۔ اگر فتنہ انکار سنت کے آغاز وارتقاء کی بات کی جائے تو ہجری تقویم کی پہلی دو صدیوں میں بے شمار نئے فرقوں کا ظہور ہوا۔ یہ تمام فرقے زیادہ تر عقل پرستی پر مبنی تھے ان کا سارا فکر و فلسفہ حدیث و سنت اور اجماع امت سے انکار یا اعراض پر مبنی تھا۔

خوارج وہ پہلا گروہ ہے جنہوں نے قرآن مجید کی تشریح و تعبیر میں حدیث و سنت کی بجائے اپنی رائے پر اعتماد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (م40ھ) اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (60ھ) کے درمیان تحکیم کے مسئلہ پر خوارج نے قران مجید کی آیت مقدسہ ان الحکم الاللہ(57:6) کی عقلی تشریح کرکے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حکمین کو کافر قرار دیا اور اسی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر خوارج کے طرز استدلال پر تنقید فرماتے ہوئے بڑا بلیغ تبصرہ فرمایا: "كلمة حق اريد بها الباطل۔[48] (کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے مراد لی جانے والی بات باطل ہے۔)" خوارج کی اس گمراہ کی بڑی وجہ بھی عقل پرستی ہی تھا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (م41ھ) کو بھیجا تاکہ ان کو گمراہ کن افکار سے توبہ پر آمادہ کیا جاسکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت فرمائی۔ "اذهب اليهم يعنى الخوارج، ولا تخاصمهم بالقرآن فانه ذو وجوه ولكن خاصمهم بالسنة فقال له: انا اعلم بكتاب الله منهم فقال: صدقت ولكن القرآن حمال ذو وجوه۔[49] (خوارج کے پاس جاؤ لیکن یاد رکھنا کہ ان سے قرآن کی بنیاد پر مناظرہ نہ کرنا کیوں کہ قرآن کئی پہلوؤں کا حامل ہے۔ بلکہ سنت کی بنیاد پر ان سے گفتگو کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کا ان سے زیادہ عالم ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بات بجا ہے لیکن قرآن کئی پہلوؤں کا حامل اور کئی معانی کا متحمل ہے۔)"

حضرت علیؓ کی اس نصیحت سے نہ صرف حدیث سنت کی اہمیت واضح ہوتی ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی مزاج یہی تھا کہ قرآن مجید کی وہی تشریح و توضیح قابل قبول اور معتبر مانی جاتی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے قول فعل کے ذریعے ثابت ہوتی۔ پھر جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "ان الحکم الاللہ"[50] کی وہ تفسیر بیان جو انہوں نے حضور ﷺ سے سیکھی تھی اور دلائل سے واضح کیا کہ ان کا نقطہ نظر غلط ہے تو وہ لوگ لاجواب ہوگئے۔ اگرچہ خوارج نے ہی سب سے پہلے انکار سنت کا آغاز کیا لیکن ان کا انکار صرف اور صرف جہالت پر مبنی تھا۔ اس لیے کسی منظم تحریک کی شکل اختیار نہ کر سکا۔ اس لیے یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے آخر تک تمام مسلم فرقے حدیث و سنت کو حجت تسلیم کرتے تھے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد اکرم ورک لکھتے ہیں کہ "دوسری صدی ہجری میں معتزلہ کے فرقے کا وجود قائم ہوا اور انہوں نے ہی انکار سنت کو منظم تحریک کی شکل دی۔[51]" دراصل معتزلہ کے دماغوں پر یونانی فکر و فلسفہ اور عقل کا غلبہ تھا۔ اس لیے انہوں نے ایسی بہت سی احادیث کا انکار کر دیا جن میں مابعد الطبیعاتی مسائل یا ایسے مسائل کا بیان ہے جن کی کوئی عقلی توجیہہ کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس طرح انہوں نے عقل کو فیصلہ کن حیثیت دیتے ہوئے اسلامی احکامات کو عقلی تقاضوں کے مطابق

بنانے کی کوشش کی مگر اس راستے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت حائل تھی۔ اسی لیے انہوں نے احادیث وسنت رسول ﷺ کی صحت کو مشکوک ٹھہرایا اور اس کی حجت کو ماننے سے انکار کر دیا۔

خوارج اور معتزلہ دونوں فرقوں کے تعاقب میں محدثین کرام نے زبردست تحقیقی کام پیش کیا جن میں امام شافعیؒ (م204ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م261ھ)، حافظ ابن قیمؒ (م751ھ)، امام غزالیؒ (م505ھ)، امام ابن قتیبہ (م276ھ) اور امام طحاویؒ (م321ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہی محدثین کے زبردست تحقیقی کام اور سنت کے دفاع کی وجہ سے خوارج اور معتزلہ کے تمام شبہات "ہباء شورا" ہو کر رہ گئے اور امت کو یقین اور اطمینان ہو گیا کہ سنت اور حدیث ہر گز مشتبہ چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ بہت اہم اور بنیادی مآخذ شریعت ہیں۔ اس کے بعد سترھویں صدی عیسوی میں یونانی فلسفے نے مغربی فکر وفلسفہ کی صورت میں نیا جنم لیا۔ جہالت میں ڈوبی ہوئی یورپی اقوام نے غرناطہ قرطبہ اور بغداد کی جامعات سے حاصل کردہ علوم کی بدولت علم وادب کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اسی انقلاب کی وجہ سے مستشرقین کو اسلام کے بنیادی مآخذ پر تنقید کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے اسلامی شریعت کے بنیادی مآخذ قرآن وسنت کو اپنی تنقید کا نشانہ بنالیا۔ جن مستشرقین نے اس موضوع پر کام کیا ان میں ڈاکٹر اسپرنگر ولیم میور Springer Willium Muir (م1905ء) گولڈ زیہر Goldziher (م1921ء) اور پروفیسر الفریڈ گیوم جوزف شاخت (Joseph Shacht) مار گو لیتھ (Margoliouth)، رابسن (Robson)، گب (Gibb)، ولڈیورانٹ (Will Durant)، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery)، منٹمری واٹ (Montgomery Watt)، ہوروفیتش (Worowitz)، وان کریم (Won Kremer) کیتانی (Caetani) اور نکلسن (Nicholsin) وغیرہ شامل ہیں۔[52]

مستشرقین نے شرعی علوم وفنون کو جانچنے کے لیے عقل کو ایک اہم ذریعہ قرار دیا اور اسلام کے عقائد اور اصول وضوابط کی ایسی تشریح اور تعبیر کرنا چاہی جو محض عقلی تقاضوں کے مطابق ہو۔ چونکہ ان کی من مانی تشریح اور تعبیر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سنت رسول تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے بھی حدیث وسنت کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مستشرقین کے اسلوب تحقیق اور ان کے فکر وفلسفہ کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے اور تمام کمزوریوں کو عیاں کیا جاتا مگر بد قسمتی سے اس دور میں عالم اسلام کسی ایسی ہستی کے وجود سے خالی رہا اور اس کے برعکس بہت سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے مغربی فکر وفلسفہ کا تنقیدی جائزہ لینے کی بجائے مغرب کی طرف سے آنے والی ہر چیز کو سراسر عقل کا تقاضا سمجھا اور انہی تقاضوں کے مطابق اسلام کی تشریح وتوضیح کرنے کی کوشش کی۔ اسی کوشش کی وجہ سے برصغیر میں فتنہ انکار حدیث وسنت کی بنیاد پڑی۔

برصغیر میں فتنہ انکار حدیث وسنت کی بنیادوں میں سرسید احمد خاں (م1898ء) کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے رفیق کار مولوی چراغ علی (م1895ء) فرقہ اہل قرآن کے بانی، مولوی عبداللہ چکڑالوی (م1914ء) خواجہ احمد الدین امرتسری (م1936ء) مستری محمد رمضان گوجرانوالہ (م1939ء) حافظ محمد اسلم جیراج پوری (م1955ء) المشرقی (م1946ء) وغیرہ نے بھی سرسید احمد خاں کی فکری بنیادوں کی آبیاری کی۔ ان کے بعد غلام احمد پرویز (م1985ء) نے اس مکتبہ فکر کو منظم طور پر بنیادیں فراہم کیں۔ اگر مستشرقین اور منکرین حدیث کی کتابوں پر نظر ڈالی جائے تو عام طور پر حدیث وسنت پر دو طرح کے اعتراضات نظر آتے ہیں۔

پہلی قسم کے اعتراضات میں حدیث کی حجت، اس کی قانونی حیثیت اور تشریعی حیثیت پر تنقید کی گئی ہے۔ نیز جمع وتدوین حدیث پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوسری قسم کے اعتراضات کا تعلق حدیث کے متون کے ساتھ ہے۔ ان عتراضات کو

بیان کرنے کے لیے کتب احادیث سے مختلف روایات کے متون کو بطور مثال اس دعویٰ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ یہ روایات نہ صرف قرآن مجید سے متعارض ہیں بلکہ باہم متناقض ہونے کے ساتھ ساتھ عقل انسانی اور علم جدید سے بھی متصادم ہیں۔ لہٰذا ان احادیث کو مبنی بر وحی رسول ﷺ ماننا درست نہیں۔ قارئین کو دھوکہ دینے کے لیے اس نوعیت کی احادیث کا انتخاب مستند ترین کتب صحاح ستہ سے کیا گیا ہے تاکہ ان مستند ترین کتب صحاح ستہ میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ دراصل جن لوگوں نے علوم حدیث وسنت رسول ﷺ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا وہ مطالعہ حدیث کے بنیادی اصولوں سے ناواقف تھے۔ ذیل میں چند اصول پیش کیے جاتے ہیں جن سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے منکرین حدیث نے مختلف اعتراضات اٹھائے ہیں۔ اگر وہ ان اصولوں سے واقف ہوتے تو شاید وہ احادیث وسنت میں شکوک وشبہات سے دور رہتے۔

تمثیلی انداز کو لفظی معنوں میں لے لینا

روایات میں بہت سی باتیں تمثیل کے انداز میں پیش ہوئی ہیں۔ مگر منکرین حدیث ان کو لفظی طور پر لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اشکال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث میں ہے: "عن النبیﷺ قال: إِذَا اشْتَدَّ الحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلاَةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ۔[53] (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب گرمی زیادہ ہو تو اس کو نماز سے ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس کی وجہ سے ہوتی ہے۔)" یہ جہنم کی گرمی بتانے کے لیے ایک تمثیل ہے اس لیے اس کو خاص الفاظ میں لینا درست نہ ہو گا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابوذر! جانتے ہو سورج کہاں جا کر غروب ہوتا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: " تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ العَرْشِ ۔[54] (وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔)" اس حکم کو بھی سمجھانے کے لیے تمثیلی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح اگر کوئی اس روایت کو بھی لفظی مفہوم میں لے تو اس کا غلط فہمی میں مبتلا ہونا بعید از قیاس نہ ہو گا۔

کسی موضوع پر موجود روایات میں سے صرف ایک روایت لے کر رائے قائم کرنا

کسی موضوع پر موجود بہت ساری روایات میں سے صرف کسی ایک روایت کو لے کر اس پر رائے قائم کرنے سے بھی بہت سی غلطیاں اور اشکالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ابنۃ الجون کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نکاح کی داستان اور اس کی بنیاد پر سیرت طیبہ پر غیر اخلاقی اعتراضات لگانا۔[55]

روایات میں موجود حکمت اور سبب کے بغیر مفہوم سمجھنا

جس طرح بعض آیات کا صحیح مفہوم اسی وقت سمجھنا ممکن ہے جب اس کا سبب نزول معلوم ہو بالکل اسی طرح بسا اوقات روایت میں کسی ایسے حکم کا بیان ہوتا ہے جس کا کوئی خاص سبب اور حکمت ہوتی ہے اگر اس سبب اور حکمت کو تلاش کیے بغیر مفہوم بیان کر دیا جائے تو کئی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث مبارکہ میں ہے: " لا تكتبوا عني، ومَن كتب عني غيرَ القرآن فَلْيَمْحُه ۔[56] (مجھ سے مت لکھو اور جس نے قرآن کے سوا کوئی اور چیز لکھی ہو وہ اسے مٹا دے۔)" اب جو شخص اس حکم کے سبب اور علت سے واقف نہیں اس کا پریشان ہونا یقینی ہے اور اسی پریشانی کے سبب اس کے ذہن میں وہ تمام اشکالات پیدا ہوں گے جن کا شکار منکرین حدیث اور کئی دوسرے لوگ ہوئے ہیں۔

ظاہری تناقض پر مبنی روایات

کتب احادیث میں بہت سے مسائل میں ایسی روایات سامنے آتی ہیں جن میں ظاہری طور پر تناقض موجود ہوتا ہے ایسی احادیث میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان اختلافات کو تنوع اور توسع پر محمول کیا جائے۔ مثلاً وہ روایات جن میں نماز کے مختلف طریقوں کا بیان موجود ہے۔ اسی طرح وہ تمام روایات جن میں آپ ﷺ نے معمول سے ہٹ کر کوئی عمل کیا ہو ان پر بھی اسی انداز میں

غور کرنے کی ضرورت ہے۔

خاص موقع اور خاص مخاطبین والی روایات

بعض اوقات کسی روایت میں کسی حکم کا تعلق مخاطبین کے کسی خاص طبقہ سے ہوتا ہے لیکن لوگ اس کو اپنے اصل پس منظر سے ہٹ کر سمجھتے ہیں جس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث مبارکہ میں ہے: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ ۔[57] (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔)" اگر اس روایت کے اصل پس منظر کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ حکم صرف مشرکین عرب اور بنی اسماعیل کے ساتھ خاص تھا جو نبی ﷺ کی دعوت کے براہ راست مخاطب تھے۔

مختلف اسناد والی روایات میں الفاظ کی کمی بیشی کا ہونا

بعض اوقات ایک ہی روایت مختلف اسناد کے ساتھ مروی ہوتی ہے اور کسی راوی کے تسامح کی وجہ سے الفاظ میں کمی و بیشی واقع ہو جاتی ہے یا راوی اپنے شیخ کے وضاحتی الفاظ کو بھی روایت میں شامل کر دیتا ہے۔ ایسی روایات میں ضروری ہوتا ہے کہ جامع متن کو سامنے رکھا جائے۔ مثال کے طور پر حضور ﷺ کا فرمان ہے: " أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ ۔[58] (آج کی رات سے سو برس کے بعد کوئی شخص جو روئے زمین پر موجود ہے باقی نہ رہے گا۔)" یہ اس روایت کا جامع متن نہیں ہے بلکہ راوی سے کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں جن کی وجہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سو سال بعد دنیا کے خاتمے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ روایت دوسری اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں فرمائی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سو سال بعد کوئی نہیں بچے گا اور آپ ﷺ کی یہ پیش گوئی من وعن پوری ہوئی۔ اسی طرح بعض محدثین کسی روایت کو باب کی مناسبت سے ٹکڑوں میں بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ امام بخاریؒ اکثر اوقات کرتے ہیں۔ اس صورت میں بھی اشکالات سے بچنے کے لیے اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ چونکہ منکرین حدیث و سنت نے مطالعہ حدیث کے دوران ان اصولوں کو مد نظر نہیں رکھا اس لیے وہ بے شمار اشکالات اور مغالطات کا شکار ہوئے۔ چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

رسول اللہ ﷺ سے کتابت حدیث کی ممانعت

منکرین حدیث و سنت کا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرما دیا تھا۔ اگر یہ بھی شریعت یا شریعت کا مآخذ ہوتی تو آپ ﷺ نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت اور کتابت کا اہتمام فرمایا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ حدیث و سنت کی کتابت اور حفاظت کا اہتمام فرماتے۔ حالانکہ اس دعویٰ کے برعکس سنت و حدیث شریعت بھی ہیں اور شریعت کا مآخذ بھی اسی لیے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کی حفاظت واہتمام کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:" احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ ۔[59] (کہ تم میری ان ساری باتوں کو یاد رکھو اور جا کر تم ان لوگوں کو یہ باتیں بتلانا جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔)" اسی طرح حضور ﷺ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع فرماتے ہیں:"خذوعنی مناسککم۔[60] (تم مجھ سے حج کے احکام ومسائل سیکھ لو۔)" اسی طرح فرمایا:" فَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ۔[61] (اب چاہیے کہ حاضر شخص یہ تعلیمات غیر موجود کو پہنچا دے)" ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے احادیث کی حفاظت کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب فرمائی اور جو دلائل منکرین حدیث پیش کرتے ہیں اہل علم کے نزدیک منسوخ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ منع کتابت والی احادیث منسوخ اور اذن کتابت والی اسکی ناسخ ہیں۔ اور کتابت حدیث کی ممانعت صرف اور صرف نزول قرآن کے وقت تک تھی۔ کیوں کہ اس سے قرآن اور دوسری تحاریر میں التباس کا اندیشہ تھا۔ یا یہ ممانعت ایسے

لوگوں کے لیے تھی جو صرف کتابت پر اعتماد کریں اور حفظ نہ کریں۔ یا پھر یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے تھی جو قرآنی الفاظ اور عبارت حدیث میں امتیاز نہ کر سکتے تھے۔ جواز کتابت حدیث کے متعلق بے شمار روایات موجود ہیں۔ مثلاً فتح مکہ والے سال جب بنو خزاعہ نے بنو لیث کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا تو حضور ﷺ نے اس موقع پر مختلف نصیحتیں ارشاد فرمائیں اور بعد میں آپ ﷺ نے ان ارشادات کو ابو شاہ کو لکھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔[62] اسی طرح عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تو حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہر حال میں احادیث کی کتابت کا حکم صادر فرمایا۔[63] اس طرح حضور ﷺ نے احادیث کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کو اس بات کی ترغیب فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد مختلف اصحاب کے پاس احادیث مبارکہ کی ایک بڑی تعداد مختلف صحائف اور مجموعات کی شکل میں موجود تھیں۔ جو جواز کتابت حدیث کا واضح ثبوت ہے۔

قرآن کریم کے مخالف احادیث قابل حجت نہیں

منکرین حدیث اپنے اسی دعویٰ میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عن علی قال قال رسول الله انهاتكون بعدی رواة عنی الحديث فاعرضوا حديثهم على القرآن فما وافق القرآن فخذوا به ومالم يوافق القرآن فلاتاخذوابه۔[64] (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ایسے راوی ہوں گے جو مجھ سے حدیث بیان کریں گے۔ پس ان کی حدیث کو قرآن پر پیش کرنا جو قرآن کے موافق ہو اسے لے لینا اور جو قرآن کے خلاف ہو اسے نہ لینا۔)" ابن حبان، ذہبی اور ابن حجرؒ نے اسی پر جرح کی ہے۔ حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ جمہور اہل علم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[65] پہلی بات تو یہ کہ قرآن کریم میں کوئی بھی ایسی نص نہیں جس سے واضح ہو کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہو وہ مقبول اور جو قران کے خلاف ہو وہ غیر مقبول ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ صحیح سند میں کوئی ایک بھی حدیث ایسی موجود نہیں ہے جو قرآن کریم کے خلاف یا اس کے متصادم ہو۔

احادیث ظن الثبوت ہیں

منکرین حدیث کی طرف سے ایک مغالطہ یوں بھی دیا جاتا ہے کہ قرآن کریم متواتر ہے اور حدیث ظنی الثبوت ہے۔ منکرین حدیث لفظ ظن کے معنی بطور "گمان" لیتے ہیں جبکہ عربی زبان میں لفظ ظن یقین اور گمان دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں: "قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ۔[66] (جو لوگ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ بے شک وہ اللہ سے ملنے والے ہیں۔) اور فرمایا: "وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۔[67] (اور اسے یقین ہو چلا کہ اب اس کا دنیا سے روانگی کا وقت آچکا ہے۔)" اسی طرح فرمایا: "وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۔[68] (ہمیں یقین ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے۔)" ان تمام آیات میں ظن کا مطلب بطور یقین آیا ہے جبکہ منکرین حدیث اس کا اردو مطلب گمان لے کر حدیث مبارکہ کو ظن الثبوت مانتے ہیں۔

احادیث قطعی الثبوت نہیں

منکرین حدیث و سنت یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن تو قطعی الثبوت ہے جبکہ سنت ایسی نہیں ہے اس دعوی کے ثبوت میں قرآنی آیات پیش کرتے ہیں کہ: "الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۔[69] (الم۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔)" اور فرمایا: "وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ۔[70] (اور ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کی ہے وہ حق ہے۔)" اس کے برعکس احادیث ظنی ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید قطعی الثبوت ہے۔ مگر وہ قطعی الدلالۃ نہیں ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے آدمی یہ دعویٰ نہیں

کر سکتا کہ اس نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ صحیح ہے باقی سب غلط ہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہو گا کہ احکام دین میں ظن (گمان) جائز نہیں۔ اس کا تعلق توحید وغیرہ۔ اصول سے تو ہو سکتا ہے لیکن دین کی جزئیات میں تو ظن پر ہی عمل ہو سکتا ہے۔ جس کی مثال اجتہاد ہے۔

"الحکمۃ" سے مراد حدیث نہیں

چونکہ مسلمان قرآنی لفظ "الحکمۃ" کو بطور سنت مبارکہ اور حدیث مبارکہ لیتے ہیں تو منکرین حدیث بیان کرتے ہیں کہ اگر الحکمۃ سے مراد حدیث وسنت ہوتا تو قرآن مجید میں حضرت لقمان علیہ السلام کے لیے حکمت کا لفظ کیوں استعمال ہوتا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ۔"[71] (کہ ہم نے لقمان کو حکمت سے نوازا تھا۔)" تو کیا ان کو خاتم النبیین کی سنت اور احادیث کا علم تھا؟ دراصل عربی میں جہاں بھی یہ لفظ الحکمۃ آئے تو اس سے مراد صرف سنت وحدیث نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں کہیں یہ الکتاب کے ساتھ الحکمۃ آئے وہاں الکتاب سے مراد اکثر قرآن مجید اور الحکمۃ سے مراد حدیث وسنت مبارکہ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان موجود ہے

منکرین حدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان آچکا ہے اس لیے حدیث وسنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دعویٰ میں وہ قرآنی آیات پیش کرتے ہیں کہ: "وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۔"[72] (ہم نے ہر بات کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔)" اور فرمایا: "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔"[73] (اور ہم نے ہر چیز کو بیان کرکے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔)" اسی طرح فرمایا: "وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۔"[74] (وہ اللہ ہے جس نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز وضاحت کے ساتھ بیان کی جاچکی ہے۔)" ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ قران مجید میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے اس لیے احادیث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جبکہ یہ صرف مغالطہ میں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں لفظ کل سے مراد دین کے تمام بنیادی ضوابط اور اصول ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن میں ہے: "وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔"[75] (اور ملکہ صباء کو ہر قسم کی نعمت دی گئی تھی۔)" ان آیات میں کل سے علی الاطلاق تمام اشیاء مراد نہیں ہیں بلکہ شہد کی مکھیوں کو جو بھی پھل میسر ہو وہ اس سے کھائیں اور ملکہ صباء کو اس کی ضرورت کی ہر چیز سے مراد بعد کی ایجادات ومصنوعات بالکل نہ تھیں۔ لہٰذا محض لفظ کل سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث

منکرین حدیث نے بے شمار اشکالات ومغالطات کو بیان کرکے حدیث سے لاتعلق ہونے کی کوشش کی ہے۔ صرف اور صرف ان لوگوں کے ذہنی اشکالات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ قرآن وحدیث وسنت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ شریعت پر عمل کے لیے دونوں پر عمل ضروری ہے شریعت کا کوئی بھی مسئلہ ہو اس کے حل کے لیے یہی دو بنیادی مآخذ ہیں۔ کئی ایسے مسائل ہیں ہیں جن کا حکم اور حل قرآن میں ہے اور کئی ایسے مسائل ہیں جن حکم حدیث وسنت رسول ﷺ میں ہے۔ بلکہ قرآن کریم کے کئی مقامات پر سنت رسول کے بغیر ان آیات مفہوم سمجھنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حدیث مبارکہ کے مفہوم کو صحیح پیرایہ میں سمجھا جائے اور اس کے لیے اصول علم حدیث کا جاننا بہت ضروری ہے۔

References

[1] Ibn-Manzoor Al-Afriqi, Lesan Al-Arab, (Bairoot:Dar Ahya Al-Turath1986),V:13,P:225

[2]Ibn-Manzoor Al-Afriqi , Lesan Al-Arab,V:3,P:212
[3]Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qusheyrī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ al-Muslim (Al-Riādh: Dār al-Salām, 2000), Ḥadīth no: 1017.
[4]Al-Imrān 3:137
[5]Al-Ahzab 33:62
[6]Jamal al-Din bin Muhammad Saeed bin Qasim al-Hallaq al-Qasimi, Qawā'id al-taḥdīth min funūn muṣṭalaḥ al-ḥadīth, (Bairut: Dar Al-kutab Al-ilmia,1958), P:61
[7]Mustafa al-Sibaī,al-sunnah makanatuha fi al-Tashrih al-islami,(Bairut: Dar Al-waraq,al-Islami,2000),P:65
[8]Abū Naṣr Tāj al-Dīn 'Abd al-Wahhāb ibn ʿAlī ibn 'Abd al-Kāfī al-Subkī, Ibhaj fi Sharh al-Minhaj, (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya,1992),V:2, P: 288
[9]-Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ, Al-fusul fi al-usul,(Kowait: Wazarat Al-Aukaf,1994),V:3,P;235
[10]Baḥr al-' Ulūm, 'Abd al-'Alī Muḥammad ibn Niẓām al-Dīn, Fawātiḥ al-Raḥamūt bi-sharḥ Muslim al-Thabūt fī furū' al-Ḥanafīyah, (Bairut: Dar Al-waraq,al-Islami,2002),V:2,P:117
[11]Al-Shawkani, Muhammad ibn Ali ibn Muhammad ibn Abd Allah, Irshad al-Fuhul ila Tahqiq al-Haqq min 'Ilm al-Usul,(Demashaq (Bairut:Dar Al-ketab Al-Arabi,1999),V:1,P:186
[12]Ibn Najim Mesri (Shaikh Zainolabedin) (1418 AH), Al-Bahr al-Ra'eq Sharh Kanz al-Vaqa'eq. (Bairut:Dar Al-ketab Al-Arabi,1908),V:1,P:17-18
[13]Mula Jion,Sheikh Ahmad,Noor Al-anwar Fi Sharh Al-manar,(Multan,Maktabah Amdadia,2009),P:171
[14]Muhammad Ibn Ahmad al-mahala, Sharh Jam al-jawami, (Bairut:Dar Al-ketab Al-Arabi,2002),V:1,P:89-90
[15]Abū Naṣr Tāj al-Dīn 'Abd al-Wahhāb ibn ʿAlī ibn 'Abd al-Kāfī al-Subkī, Ibhaj fi Sharh al-Minhaj, V:1, P: 56
[16]Ṣafī al-Dīn, Al Qutbi, Qawā'id al-uṣūl wa-ma'āqid al-fuṣūl fī uṣūl,(AL-Riaz Al-Saudia:2016),P:62
[17]Al-Nisaā4:136
[18]Al-Aaraf 7:158
[19]Al-Hujurat 49:15
[20]Abū ʿAbdillāh Muḥammad ibn Idr īs ash-Shāfī,Al- Risāla,(Bairut: Dar Al-kutab Al-ilmia,1991),P: 75
[21]Al-Nisaā4:65
[22]Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bakr ibn Ayyūb al-Zurʿī l-Dimashqī, I'laam ul Muwaqqi'een 'an Rabb il 'Aalameen, (Bairut: Dar Al-kutab Al-ilmia,1991), V:1, P:93
[23]Al-Nahal 16:44
[24]Al-Nahal 16:64
[25]Al-Taūbah 9:34
[26]Al-Taūbah 9:36
[27]Al-Nisaā4:12
[28]Al-Baqarah 2:83
[29]Al-Maidah 5:38
[30]Al-Najam 53:3-4
[31]Al-Baqarah 2:143

[32]Al-Ahzab 33:37
[33]Al-Hashar 59:5
[34]Al-Imrān 3:32
[35]Al-Nisaā4:59
[36]Abū ʿAbdillāh Muḥammad ibn Idrīs ash-Shāfī,Al- Risāla, P: 80-81
[37]Al-Hashar 59:7
[38]Al-Nisaā4:14
[39]Al-Anfaāl 8:13
[40]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 7280.
[41]Al-Imrān 3:110
[42]Al-Asar 103:1-3
[43] Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā, Al-Tirmidhī, (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 2001), Hadith No:2657
[44]Mālik bin Anas bin Mālik bin Abī ʿĀmir, Muwatta Imam Malik, (Bairut: Dar Al-Turath Al-Arabi,1885), Hadith No: 1594
[45]Al-Nahal 16:44
[46]Al-Hashar 59:7
[47]Al-Najam 53:3-4
[48]Ash-Shahrastānī, Tāj al-Dīn Abū al-Fath Muhammad ibn `Abd al-Karīm, Kitab al-Milal wa al-Nihal, (Society for the Publication of Oriental Texts.1842), V:1, P:116
[49]Al-Shawkani, Muhammad ibn Ali ibn Muhammad ibn Abd Allah,Fath Al-Qadeer,Muqdmah,(Demashaq Bairut:Dar Al-kalem Al-Tayyab,1992),V:1,P:14
[50]Al-Anaam 6:57
[51]Muhammad Akram Virk, Matoon-e-Hadith per Jadeed Zehn ky Ashkalat, (Gujranwal:Al-Sharia Academy,2005),P: 42-43
[52]Muhammad Akram Virk, Matoon-e-Hadith per Jadeed Zehn ky Ashkalat, P: 42-43
[53]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 536.
[54]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 3199.
[55]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 5637.
[56]Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qusheyrī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ al-Muslim (Al-Riādh: Dār al-Salām, 2000), Ḥadīth no: 3004.
[57]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 392.
[58]Abū Dāwūd,Suleman Bin Ashas,Al-Sunan,(Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998),Hadith No: 4348
[59]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 53.
[60]Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qusheyrī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ al-Muslim (Al-Riādh: Dār al-Salām, 2000), Ḥadīth no: 3137.
[61]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 1741.

[62]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥ ī ḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 112.
[63]Al-Dar Qutnī,Ali Bin Umar Bin Ahmad, Sunan Al-Dar Qutnī,(Muassat Al-Resalah,2004),Hadith No: 4476
[64]Al-Darmī, Abu Muhammad Abdullah Bin Abd Al-Rahman,Musnad Al-Darmī,(Al-Mumlekat Al-Arabia:Dar Al-Mughnī,2000),Hadith No:501
[65]Hafiz Zubair Ali Zaī,Afadat Hafiz Zubair Ali Zaī,(Mahnamah Al-Hadith,2005),P: 15
[66]Al-Baqarah 2:249
[67]Al-Qiyamah 75:28
[68]Al- Jin 72:12
[69]Al-Baqarah 2:1-2
[70]Fātir 35:31
[71]Luqman 31:12
[72]Al-Asrā 17:12
[73]Al-Nahal 16:89
[74]Al-Anaam 6:114
[75]Al-Namal 27:23